۲۱ / جولائی ۱۹۱۱ء

خطبہ جمعہ

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ (القدر:۲ تا۶)

اور پھر فرمایا:۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اس وقت ان کی بعثت کی بڑی ضرورت تھی۔ لوگ نہ اسماء الٰہی کو جانتے تھے' نہ صفات الٰہی کو۔ نہ افعال سے آگاہ تھے' نہ جزاو سزا کے مسئلہ کو مانتے تھے۔ انسان کی بدبختی اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے مالک' اپنے خالق کے نہ اسماء کو جانے' نہ صفات کو۔ غرض لوگ اس کی رضامندی سے آگاہ تھے نہ اس کے غضب سے۔ ایسا ہی انسانی حقوق سے بے خبر۔

سب سے بڑا مسئلہ جو انسان کو نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ جزا و سزا کا مسئلہ ہے۔ اگر شریف الطبع انسان کو معلوم ہو کہ اس کام کے کرنے سے میری ہتک ہو گی یا مجھے نقصان پہنچے گا تو وہ کبھی اس کے قریب نہیں پھٹکتا بلکہ ہر فعل میں نگرانی کرتا ہے۔ مختلف طبائع کے لوگ اپنے مالک کے اسماء' صفات کے علم اور جزاء سزا کے مسئلہ پر یقین کرنے سے نیکیوں کی طرف توجہ کرتے اور بداعمالیوں سے رکتے ہیں۔

چنانچہ ملک عرب میں شراب کثرت سے پی جاتی اور اَلْخَمْرُ حِمَآءُ الْاِثْمِ صحیح بات ہے۔ پھر فرمایا اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ۔ سوم ملک میں کوئی قانون نہیں تھا۔ ایسا اندھیر پڑا ہوا تھا۔ جن سعادتمندوں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کیا وہ پہلے بے خانماں تھے پھر بادشاہ ہو گئے۔ خشن پوش تھے حریر پوش بن گئے۔ نہ مفتوح تھے نہ فاتح' مگر اس اطاعت کی بدولت دنیا میں فاتح قوموں کے امام' خلفائے راشدین اور اعلیٰ مرتبت سلاطین کہلائے۔

یہ سب اس کتاب کی برکت تھی جسے اللہ نے ایسی اندھیری رات میں جسے لیلۃ القدر سے تعبیر کیا گیا ہے اپنے بندے پر نازل کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے ہی حالات میں ہم میں ایک مجدد کو بھیجا۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں شرک کا زور تھا۔ سو اس کی تردید میں آپ نے پوری کوشش فرمائی۔ قرآن مجید کا کوئی رکوع شرک کی تردید سے خالی نہیں۔ اس زمانے میں لوگوں میں یہ مرض عام تھا کہ دنیا پرستی غالب ہے' دین کی پروا نہیں۔ اس لئے آپ نے بیعت میں یہ عہد لینا شروع کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ کیونکہ دنیا پرستی کا یہ حال ہے کہ جیسے چوہڑے کا چھرا حلال حرام جانور دونوں پر یکساں چلتا ہے' اسی طرح لوگوں کی فکر اور عقل حرام حلال کمائی کے حصول پر ہر وقت لگی رہتی ہے۔ فریب سے ملے' دغا سے ملے' چوری سے ملے' سینہ زوری سے ملے' کسی طرح روپیہ ملے سہی۔ ملازم ایک دوسرے سے تنخواہ کا سوال نہیں کرتے بلکہ پوچھتے ہیں بالائی آمدنی کیا ہے؟۔ گویا اصل تنخواہ آمد میں داخل نہیں۔

مسلمانوں پر ایک تو وہ وقت تھا کہ اپنی ولادت' موت تک کی تاریخیں یاد اور لکھنے کا رواج تھا۔ یا اب یہ حال ہے کہ لین دین شراکت تجارت ہے مگر تحریر کوئی نہیں۔ اگر کوئی تحریر ہے تو ایسی بے ہنگم جس کا کوئی سر پیر نہیں۔ نہ اختلاف کا فیصلہ ہو سکتا ہے' نہ اصل بات سمجھ آ سکتی ہے۔ ہمارے بھائیوں کو چاہئے کہ وہ امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں "دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"۔ پس وہ دنیا میں ایسے منہمک نہ ہوں کہ خدا بھول جاوے۔

پھر فرمایا کہ جھوٹے قصے اپنے وعظوں میں ہرگز روایت نہ کرو، نہ سنو۔ مخلوق الٰہی کو قرآن مجید سناؤ۔ ہدایت کے لئے کافی ہے۔

سلیمان کی انگشتری اور بھٹیاری کا بھٹ جھونکنے کا قصہ بالکل لغو اور جھوٹ ہے۔ اگر ایک پتھر میں جو جمادات سے ہے اتنا کمال ہے تو کیا ایک برگزیدہ انسان میں جو اشرف المخلوقات ہے یہ کمال نہیں ہو سکتا؟ انبیاء کی ذات میں کمال ہوتے ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام:۱۲۵)

پس تم خوب یاد رکھو کہ انبیاء دنیا میں کبھی ذلیل نہیں ہوتے جیسے کہ سلیمان کی نسبت شیاطین نے دنیا میں مشہور کیا۔ اگر دنیا میں کوئی کسی کی شکل بن سکتا ہے تو امان ہی اٹھ جائے۔ مثلاً ایک نبی وعظ کرنے لگے۔ اب کسی کو کیا معلوم کہ یہ نبی ہے یا نعوذ باللہ کوئی برا آدمی ہے؟ خدا نے ایسی باتوں کا رد فرمادیا ہے کہ مَا کَفَرَ سُلَیْمَانُ وَلٰکِنَّ الشَّیَاطِیْنَ کَفَرُوْا (البقرۃ:۱۰۳)۔ تم ایسی باتوں سے توبہ کرلو۔ اگر کوئی ایسا وعظ سنائے تو صاف کہہ دو کہ انبیاء کی ذات جامع کمالات ایسے افتراؤں سے پاک ہے۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۳۹ ---- ۲۷؍ جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۲)

☆-☆-☆-☆